

مختصر حالات زندگی حضرت امام حسن علیہ السلام

<?xml encoding="UTF-8?">

آپ کی ولادت

آپ ۱۵/ رمضان ۳ ہجری کی شب کومدینہ منورہ میں پیداہوئے ولادت سے قبل ام الفضل نے خواب میں دیکھا کہ رسول اکرم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں آہنچاہے خواب رسول کریم سے بیان کیا آپ نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر فاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیداہوگا جس کی پرورش تم کروگی مورخین کا کہنا ہے کہ رسول کے گھر میں آپ کی پیدائش اپنی نوعیت کی پہلی خوشی تھی آپ کی ولادت نے رسول کے دامن سے مقطوع النسل ہونے کا دھبہ صاف کردیا اور دنیا کے سامنے سورئہ کوثر کی ایک عملی اور بنیادی تفسیر پیش کردی۔

آپ کا نام نامی

ولادت کے بعد اسم گرامی حمزہ تجویز ہوا تھا لیکن سرور کائنات نے بحکم خدا، موسیٰ کے وزیر ہارون کے فرزندوں کے شبر و شبیر نام پر آپ کا نام حسن اور بعد میں آپ کے بھائی کا نام حسین رکھا، بحار الانوار میں ہے کہ امام حسن کی پیدائش کے بعد جبرئیل امین نے سرور کائنات کی خدمت میں ایک سفید ریشمی رومال پیش کیا جس پر حسن لکھا ہوا تھا ماہر علم النسب علامہ ابوالحسین کا کہنا ہے کہ خداوند عالم نے فاطمہ کے دونوں شاہزادوں کا نام انظار عالم سے پوشیدہ رکھا تھا یعنی ان سے پہلے حسن و حسین نام سے کوئی موسوم نہیں ہوا تھا۔ کتاب اعلام الوری کے مطابق یہ نام بھی لوح محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا تھا۔

زبان رسالت

دہن امامت میں علل الشرائع میں ہے کہ جب امام حسن کی ولادت ہوئی اور آپ سرور کائنات کی خدمت میں لائے گئے تو رسول کریم بے انتہا خوش ہوئے اور ان کے دہن مبارک میں اپنی زبان اقدس دیدی بحار الانوار میں ہے کہ

آنحضرت نے نوزائیدہ بچے کو آغوش میں لے کر پیار کیا اور داہنے کان میں اذن میں اور بائیں کان میں اقامت فرمانے کے بعد اپنی زبان ان کے منہ میں دیدی، امام حسن اسے چوسنے لگے اس کے بعد آپ نے دعا کی خدایا اس کو اور اس کی اولاد کو اپنی پناہ میں رکھنا بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ امام حسن کو لعاب دہن رسول کم اور امام حسین کو زیادہ چوسنے کا موقع دستیاب ہوا تھا اسی لیے امامت نسل حسین میں مستقر ہو گئی۔

آپ کا عقیقہ

آپ کی ولادت کے ساتویں دن سرکار کائنات نے خود اپنے دست مبارک سے عقیقہ فرمایا اور بالوں کو منڈوا کر اس کے ہم وزن چاندی تصدق کی (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۳)۔ علامہ کمال الدین کا بیان ہے کہ عقیقہ کے سلسلے میں دنبہ ذبح کیا گیاتھا (مطالب السؤل ص ۲۲۰) کافی کلینی میں ہے کہ سرور کائنات نے عقیقہ کے وقت جو دعا پڑھی تھی اس میں یہ عبارت بھی تھی ”اللهم عظمها بعظمه، لحمها يلحمه دمها بدمه وشعرها بشعره اللهم اجعلها وقاء لمحمد واله“ خدایا اس کی ہڈی مولود کی ہڈی کے عوض، اس کا گوشت اس کے گوشت کے عوض، اس کا خون اس کے خون کے عوض، اس کا بال اس کے بال کے عوض قرار دے اور اسے محمد و آل محمد کے لیے ہر بلا سے نجات کا ذریعہ بنادے۔ امام شافعی کا کہنا ہے کہ آنحضرت نے امام حسن کا عقیقہ کر کے اس کے سنت ہونے کی دائمی بنیاد ڈال دی (مطالب السؤل ص ۲۲۰)۔ بعض معاصرین نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے آپ کا ختنہ بھی کرایاتھا لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ امامت کی شان سے مختون پیدا ہونا بھی ہے۔

کنیت والقاب

آپ کی کنیت صرف ابو محمد تھی اور آپ کے القاب بہت کثیر ہیں: جن میں طیب، تقی، سبط اور سید زیادہ مشہور ہیں، محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ آپ کا ”سید“ لقب خود سرور کائنات کا عطا کردہ ہے (مطالب السؤل ص ۲۲۱)۔ زیارت عاشورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا لقب ناصح اور امین بھی تھا۔

امام حسن پیغمبر اسلام کی نظر میں

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امام حسن اسلام پیغمبر اسلام کے نواسے تھے لیکن قرآن نے انہیں فرزند رسول کا درجہ دیا ہے اور اپنے دامن میں جابجا آپ کے تذکرہ کو جگہ دی ہے خود سرور کائنات نے بے شمار احادیث آپ کے متعلق ارشاد فرمائی ہیں:

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں حسنین کو دوست رکھتا ہوں اور جو انہیں دوست رکھے اسے بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ ایک کندھے پر امام حسن کو اور ایک کندھے پر امام حسین کو بیٹھائے ہوئے لیے جارہے ہیں اور باری باری دونوں کامنہ چومتے جاتے ہیں ایک صحابی کا بیان ہے کہ ایک دن آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے اور حسنین آپ کی پشت پر سوار ہو گئے کسی نے روکنا چاہا تو حضرت نے اشارہ سے منع کر دیا (اصابہ جلد ۲ ص ۱۲)۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں اس دن سے امام حسن کو بہت زیادہ دوست رکھنے لگا ہوں جس دن میں نے رسول کی آغوش میں بیٹھ کر انہیں ڈاڈھی سے کھیلنے دیکھا (نور الابصار ص ۱۱۹)۔

ایک دن سرور کائنات امام حسن کو کندھے پر سوار کئے ہوئے کہیں لیے جارہے تھے ایک صحابی نے کہا کہ اے صاحبزادے تمہاری سواری کس قدر اچھی ہے یہ سن کر آنحضرت نے فرمایا یہ کہو کہ کس قدر اچھا سوار ہے (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۵ بحوالہ ترمذی)۔

امام بخاری اور امام مسلم لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسول خدا امام حسن کو کندھے پر بیٹھائے ہوئے فرما رہے تھے خدایا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

حافظ ابو نعیم ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت نماز جماعت پڑھا رہے تھے کہ ناگاہ امام حسن آگئے اور وہ دوڑ کر پشت رسول پر سوار ہو گئے یہ دیکھ کر رسول کریم نے نہایت نرمی کے ساتھ سراٹھایا، اختتام نماز پر آپ سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو فرمایا یہ میرا گل امید ہے۔ "ابنی ہذا سید" یہ میرا بیٹا سید ہے اور دیکھو یہ عنقریب دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

امام نسائی عبد اللہ ابن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نماز عشاء پڑھانے کے لیے آنحضرت تشریف لائے آپ کی آغوش میں امام حسن تھے آنحضرت نماز میں مشغول ہو گئے ، جب سجدہ میں گئے تو اتنا طول دیا کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ شاید آپ پر وحی نازل ہونے لگی ہے اختتام نماز پر آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ میرا فرزند میری پشت پر آگیا تھا میں نے یہ نہ چاہا کہ اسے اس وقت تک پشت سے اتاروں ، جب تک کہ وہ خود نہ اتر جائے ، اس لیے سجدہ کو طول دینا پڑا۔

حکیم ترمذی ، نسائی اور ابوداؤد نے لکھا ہے کہ آنحضرت ایک دن محو خطبہ تھے کہ حسنین آگئے اور حسن کے پاؤں دامن عمامی اس طرح الجھے کہ زمین پر گر پڑے، یہ دیکھ کر آنحضرت نے خطبہ ترک کر دیا اور منبر سے اتر کر انہیں آغوش میں اٹھالیا اور منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ شروع فرمایا (مطالب السؤل ص ۲۲۳)۔

امام حسن کی سرداری جنت

آل محمد کی سرداری مسلمات سے ہے علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ سرور کائنات نے ارشاد فرمایا ہے ”الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة وابوہما خیر منہما“ حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے والد بزرگوار یعنی علی بن ابی طالب ان دونوں سے بہتر ہیں۔

جناب حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت کو ایک دن بہت زیادہ مسرور پا کر عرض کی مولا آج افراط شادمانی کی کیا وجہ ہے ارشاد فرمایا کہ مجھے آج جبرئیل نے یہ بشارت دی ہے کہ میرے دونوں فرزند حسن و حسین جوانان بہشت کے سردار ہیں اور ان کے والد علی ابن ابی طالب ان سے بھی بہتر ہیں (کنز العمال ج ۷ ص ۱۰۷، صواعق محرقہ ص ۱۱۷) اس حدیث سے اس کی بھی وضاحت ہوگئی کہ حضرت علی صرف سید ہی نہ تھے بلکہ فرزندان سیادت کے باپ تھے۔

جذبہ اسلام کی فراوانی

مؤرخین کا بیان ہے کہ ایک دن ابوسفیان حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ آنحضرت سے سفارش کر کے ایک ایسا معاہدہ لکھوا دیجئے جس کی روسے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں آپ نے فرمایا کہ آنحضرت جو کچھ کہہ چکے ہیں اب اس میں سرمو فرق نہ ہوگا اس نے امام حسن سے سفارش کی خواہش کی، آپ کی عمر اگرچہ اس وقت صرف ۱۲ ماہ کی تھی لیکن آپ نے اس وقت ایسی جرات کا ثبوت دیا جس کا تذکرہ زبان تاریخ پر ہے لکھا ہے کہ ابوسفیان کی طلب سفارش پر آپ نے دوڑ کر اس کی ڈاڈھی پکڑ لی اور ناک مروڑ کر کہا کلمہ شہادت زبان پر جاری کرو، تمہارے لیے سب کچھ ہے یہ دیکھ کر امیر المومنین مسرور ہو گئے (مناقب آل ابی طالب جلد ۲ ص ۴۶)۔

امام حسن اور ترجمانی وحی

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسن کا یہ وطیرہ تھا کہ آپ انتہائی کم سنی کے عالم میں اپنے نانا پر نازل ہونے والی وحی من وعن اپنی والدہ ماجدہ کو سنا دیا کرتے تھے ایک دن حضرت علی نے فرمایا کہ اے بنت رسول میرا جی چاہتا ہے کہ میں حسن کو ترجمانی وحی کرتے ہوئے خود دیکھوں، اور سنوں، سیدہ نے امام حسن کے پہنچنے کا وقت بتا دیا ایک دن امیر المومنین حسن سے پہلے داخل خانہ ہو گئے اور گوشہ خانہ میں چھپ کر بیٹھ گئے امام حسن حسب معمول تشریف لائے اور ماں کی آغوش میں بیٹھ کر وحی سنانا شروع کردی لیکن تھوڑی دیر کے بعد عرض کی ”یا اماہ قد تلجلج لسانی وکل بیانی لعل سیدی ایرانی“ مادر گرامی آج زبان وحی ترجمان میں لکنت اور بیان مقصد میں رکاوٹ ہو رہی ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میرے بزرگ محترم مجھے دیکھ رہے ہیں یہ سن کر حضرت امیر المومنین نے دوڑ کر امام حسن کو آغوش میں اٹھالیا اور بوسہ دینے لگے (بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۱۹۳)۔

حضرت امام حسن کا بچپن میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرنا

امام بخاری رقمطراز ہیں کہ ایک دن کچھ صدقہ کی کھجوریں آئی ہوئی تھیں امام حسن اور امام حسین اس کے ڈھیر سے کھیل رہے تھے اور کھیل ہی کھیل کے طور پر امام حسن نے ایک کھجور دہن اقدس میں رکھ لی، یہ دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا اے حسن کیا تمہیں معلوم نہیں ہے؟ کہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام ہے (صحیح بخاری پارہ ۶ ص ۵۲)۔

حضرت حجة الاسلام شہید ثالث قاضی نور اللہ شوشتری تحریر فرماتے ہیں کہ ”امام پراگرچہ وحی نازل نہیں ہوتی لیکن اس کو الہام ہوتا ہے اور وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے جس پر علامہ ابن حجر عسقلانی کا وہ قول دلالت کرتا ہے جو انہوں نے صحیح بخاری کی اس روایت کی شرح میں لکھا ہے جس میں آنحضرت نے امام حسن کے شیرخوارگی کے عالم میں صدقہ کی کھجور کے منہ میں رکھ لینے پر اعتراض فرمایا تھا ”کخ کخ اما تعلم ان الصدقة علینا حرام“ تھو کو تھو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام ہے اور جس شخص نے یہ خیال کیا کہ امام حسن اس وقت دودھ پیتے تھے آپ پر ابھی شرعی پابندی نہ تھی آنحضرت نے ان پر کیوں اعتراض کیا اس کا جواب علامہ عسقلانی نے اپنی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں دیا ہے کہ امام حسن اور دوسرے بچے برابر نہیں ہوسکتے کیونکہ ان الحسن یطالع لوح المحفوظ امام حسن شیرخوارگی کے عالم میں بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کیا کرتے تھے (احقاق الحق ص ۱۲۷)۔

امام حسن کابچین اور مسائل علمیہ

یہ مسلمات سے ہے کہ حضرت آئمہ معصومین علیہم السلام کو علم لدنی ہوا کرتا تھا وہ دنیا میں تحصیل علم کے محتاج نہیں ہوا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ بچپن میں ہی ایسے مسائل علمیہ سے واقف ہوتے تھے جن سے دنیا کے عام علماء اپنی زندگی کے آخری عمر تک بے بہرہ رہتے تھے امام حسن جو خانوادہ رسالت کی ایک فرد اکمل اور سلسلہ عصمت کی ایک مستحکم کڑی تھے، کے بچپن کے حالات و واقعات دیکھے جائیں تو میرے دعویٰ کا ثبوت مل سکے گا:

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب میں بحوالہ شرح اخبار قاضی نعمان مرقوم ہے کہ ایک سائل حضرت ابوبکر کی خدمت میں آیا اور اس نے سوال کیا کہ میں نے حالت احرام میں شتر مرغ کے چند انڈے بھون کر کھالیے ہیں بتائیے کہ مجھ پر کفارہ واجب الادا ہوا۔ سوال کا جواب چونکہ ان کے بس کا نہ تھا اس لیے عرق ندامت پیشانی خلافت پر آگیا ارشاد ہوا کہ اسے عبدالرحمن بن عوف کے پاس لے جاؤ، جوان سے سوال دھرایا تو وہ بھی خاموش ہو گئے اور کہا کہ اس کا حل تو امیر المومنین کر سکتے ہیں۔

سائل حضرت علی کی خدمت میں لایا گیا آپ نے سائل سے فرمایا کہ میرا دھو چھوٹے بچے جو سامنے نظر آ رہے ہیں ان سے دریافت کر لے سائل امام حسن کی طرف متوجہ ہوا اور مسئلہ دہرایا امام حسن نے جواب دیا کہ تونے جتنے انڈے کھائے ہیں اتنی ہی عمدہ اونٹیاں لے کر انہیں حاملہ کرا اور ان سے جو بچے پیدا ہوں انہیں راہ خدام میں ہدیہ خانہ کعبہ کردے۔ امیر المومنین نے ہنس کر فرمایا کہ بیٹا جواب تو بالکل صحیح ہے لیکن یہ بتاؤ کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ کچھ حمل ضائع ہو جاتے ہیں اور کچھ بچے مرجاتے ہیں عرض کی باباجان بالکل درست ہے مگر ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ کچھ انڈے بھی خراب ہوں گے نکل جاتے ہیں یہ سن کر سائل پکارا ٹھاکہ ایک مرتبہ اپنے عہد میں سلیمان بن داؤد نے بھی یہی جواب دیا تھا جیسا کہ میں نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے۔

۲۔ ایک روز امیر المومنین مقام رحبہ میں تشریف فرماتے تھے اور حسنین بھی وہاں موجود تھے ناگاہ ایک شخص آکر کہنے لگا کہ میں آپ کی رعایا اور اہل بلد (شہری) ہوں حضرت نے فرمایا کہ توجھوٹ کہتا ہے تونہ میری رعایا میں سے ہے اور نہ میرے شہر کا شہری ہے بلکہ توبادشاہ روم کا فرستادہ ہے تجھے اس نے معاویہ کے پاس چند مسائل دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس نے میرے پاس بھیج دیا ہے اس نے کہا یا حضرت آپ کا ارشاد بالکل درست ہے مجھے معاویہ نے پوشیدہ طور پر آپ کے پاس بھیجا ہے اور اس کا حال خداوند عالم کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے مگر آپ بہ علم امامت سمجھ گئے، آپ نے فرمایا کہ اچھا اب ان مسائل کے جوابات ان دو بچوں میں سے کسی ایک سے پوچھ لے وہ امام حسن کی طرف متوجہ ہوا چاہتا تھا کہ سوال کرے امام حسن نے فرمایا:

ایسے شخص تو یہ دریافت کرنے آیا ہے کہ ۱۔ حق و باطل کتنا فاصلہ ہے ۲۔ زمین و آسمان تک کتنی مسافت ہے ۳۔ مشرق و مغرب میں کتنی دوری ہے۔

۴۔ قوس قزح کیا چیز ہے ۵۔ مخنث کسے کہتے ہیں ۶۔ وہ دس چیزیں کیا ہیں جن میں سے ہر ایک کو خداوند عالم نے دوسرے سے سخت اور فائق پیدا کیا ہے۔

سن، حق و باطل میں چار انگشت کا فرق و فاصلہ ہے اکثر و بیشتر جو کچھ آنکھ سے دیکھا حق ہے اور جو کان سے

سنا باطل ہے (آنکھ سے دیکھا ہوا یقینی - کان سے سنا ہوا محتاج تحقیق)۔

زمین اور آسمان کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ مظلوم کی آہ اور آنکھ کی روشنی پہنچ جاتی ہے -

مشرق و مغرب میں اتنا فاصلہ ہے کہ سورج ایک دن میں طے کر لیتا ہے -

اور قوس و قزح اصل میں قوس خدا ہے اس لئے کہ قزح شیطان کا نام ہے - یہ فراوانی رزق اور اہل زمین کے لیے غرق سے امان کی علامت ہے اس لئے اگر یہ خشکی میں نمودار ہوتی ہے تو بارش کے حالات میں سے سمجھی جاتی ہے اور بارش میں نکلتی ہے تو ختم باران کی علامت میسے شمار کی جاتی ہے -

مخنت وہ ہے جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت اور اس کے جسم میں دونوں کے اعضاء ہوں اس کا حکم یہ ہے کہ تاحد بلوغ انتظار کریں اگر محتلم ہو تو مرد اور حائض ہو اور پستان ابھرائیں تو عورت -

اگر اس سے مسئلہ حل نہ ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اس کے پیشاب کی دھاریں سیدھی جاتی ہیں یا نہیں اگر سیدھی جاتی ہیں تو مرد، ورنہ عورت -

اور وہ دس چیزیں جن میں سے ایک دوسرے پر غالب و قوی ہے وہ یہ ہیں کہ خدانے سب سے زائد سخت قوی پتھر کو پیدا کیا ہے مگر اس سے زیادہ سخت لوہا ہے جو پتھر کو بھی کاٹ دیتا ہے اور اس سے زائد سخت قوی آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ سخت قوی پانی ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے اور اس سے زائد سخت و قوی ابر ہے جو پانی کو اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتا ہے اور اس سے زائد و قوی ہوا ہے جو ابر کو اڑائے پھرتی ہے اور ہوا سے زائد سخت و قوی فرشتہ ہے جس کی ہوا محکوم ہے اور اس سے زائد سخت و قوی ملک الموت ہے جو فرشتہ باد کی بھی روح قبض کر لیں گے اور موت سے زائد سخت و قوی حکم خدا ہے جو موت کو بھی ٹال دیتا ہے۔ یہ جوابات سن کر سائل پھڑک اٹھا۔

۳۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں خون آلود چھری ہے اور اسی جگہ ایک شخص ذبح کیا ہوا پڑا ہے جب اس سے پوچھا گیا کہ تونے اسے قتل کیا ہے، تو اس نے کہا ہاں، لوگ اسے جسد مقتول سمیت جناب امیر المومنین کی خدمت میں لے چلے اتنے میں ایک اور شخص دوڑتا ہوا آیا، اور کہنے لگا کہ اسے چھوڑ دو اس مقتول کا قاتل میں ہوں - ان لوگوں نے اسے بھی ساتھ لے لیا اور حضرت کے پاس لے گئے سارا قصہ بیان کیا آپ نے پہلے شخص سے پوچھا کہ جب تو اس کا قاتل نہیں تھا تو کیا وجہ ہے کہ اپنے کو اس کا قاتل بیان کیا، اس نے کہا یا مولا میں قصاب ہوں گو سفند ذبح کر رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی، اس طرح خون آلود چھری میں لیے ہوئے اس خرابہ میں چلا گیا وہاں دیکھا کہ یہ مقتول تازہ ذبح کیا ہوا پڑا ہے اتنے میں لوگ آگئے اور مجھے پکڑ لیا میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس وقت جبکہ قتل کے سارے قرائن موجود ہیں میرے انکار کو کون باور کرے گا میں نے اقرار کر لیا -

پھر آپ نے دوسرے سے پوچھا کہ تو اس کا قاتل ہے اس نے کہا جی ہاں، میں ہی اسے قتل کر کے چلا گیا تھا جب دیکھا کہ ایک قصاب کی ناحق جان چلی جائے گی تو حاضر ہو گیا آپ نے فرمایا میرے فرزند حسن کو بلاؤ وہی اس مقدمہ کا فیصلہ سنائیں گے امام حسن آئے اور سارا قصہ سنا، فرمایا دونوں کو چھوڑ دو یہ قصاب بے قصور ہے اور یہ شخص اگرچہ قاتل ہے مگر اس نے ایک نفس کو قتل کیا تو دوسرے نفس (قصاب) کو بچا کر اسے حیات دی اور اس کی جان بچالی اور حکم قرآن ہے کہ ”من احیاہ فکانما احیا الناس جميعا“ یعنی جس نے ایک نفس کی جان بچائی اس نے گویا تمام لوگوں کی جان بچائی لہذا اس مقتول کا خون بہا بیت المال سے دیا جائے۔

۴ - علی ابن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شاہ روم نے جب حضرت علی کے مقابلہ میں معاویہ کی چیزہ دستیوں سے آگاہی حاصل کی تو دونوں کو لکھا کہ میرے پاس ایک ایک نمائندہ بھیج دیں حضرت علی کی طرف سے امام حسن اور معاویہ کی طرف سے یزید کی روانگی عمل میں آئی یزید نے وہاں پہنچ کر شاہ روم کی دست بوسی کی اور امام حسن نے جاتے ہی کہا کہ خدا کا شکر ہے میں یہودی، نصرانی، مجوسی وغیرہ نہیں ہوں بلکہ خالص مسلمان ہوں شاہ روم نے چند تصاویر نکالیں یزید نے کہا میں ان سے ایک کو بھی نہیں پہنچانتا اور نہ بتا سکتا ہوں کہ یہ کن حضرات کی شکلیں ہیں امام حسن نے حضرت آدم، نوح، ابراہیم، اسماعیل، اور شعیب ویحی کی تصویریں دیکھ کر پہچان لیں اور ایک تصویر دیکھ کر آپ رونے لگے بادشاہ نے پوچھا یہ کس کی تصویر ہے فرمایا میرے جد نامدار کی،

اس کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ وہ کون سے جانداریں جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے آپ نے فرمایا اے بادشاہ وہ سات جانداریں :

۱۔ ۲۔ آدم و حوا

۳۔ دنبہ ابراہیم

۴۔ ناقہ صالح

۵۔ ابلیس

۶۔ موسوی اژدھا

۷۔ وہ کوا جس نے قابیل کی دفن بابیل کی طرف رہبری کی۔

بادشاہ نے یہ تبحر علمی دیکھ کر آپ کی بڑی عزت کی اور تحائف کے ساتھ واپس کیا۔

امام حسن اور تفسیر قرآن

علامہ ابن طلحہ شافعی بحوالہ تفسیر وسیط واحدی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن عباس اور ابن عمر سے ایک آیت سے متعلق ”شاہد و مشہود“ کے معنی دریافت کئے ابن عباس نے شاہد سے یوم جمعہ اور مشہود سے یوم عرفہ بتایا اور ابن عمر نے یوم جمعہ اور یوم النحر کہا اس کے بعد وہ شخص امام حسن کے پاس پہنچا، آپ نے شاہد سے رسول خدا اور مشہود سے یوم قیامت فرمایا اور دلیل میں آیت پڑھی :

۱۔ یا ایہا النبی انا رسولناک شاہدا و مبشرا و نذیرا۔ اے نبی ہم نے تم کو شاہد و مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

۲۔ ذالک یوم مجموع لہ الناس و ذالک یوم مشہود۔ قیامت کا وہ دن ہوگا جس میں تمام لوگ ایک مقام پر جمع ہوں کر دیے جائیں گے، اور یہی یوم مشہود ہے۔ سائل نے سب کا جواب سننے کے بعد کہا ”فکان قول الحسن احسن“ امام حسن کا جواب دونوں سے کہیں بہتر ہے (مطالب السؤل ص ۲۲۵)۔

امام حسن کی عبادت

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام زبردست عابد، بے مثل زاہد، افضل ترین عالم تھے آپ نے جب بھی حج فرمایا پیدل فرمایا، کبھی کبھی پابرہنہ حج کے لیے جاتے تھے آپ اکثر موت، عذاب، قبر، صراط اور بعثت و نشور کو یاد کر کے رویا کرتے تھے جب آپ وضو کرتے تھے تو آپ کے چہرہ کارنگ زرد ہو جایا کرتا تھا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو بیدکی مثل کانپنے لگتے تھے آپ کامعمول تھا کہ جب دروازہ مسجد پر پہنچتے تو خدا کو مخاطب کر کے کہتے میرے پالنے والے تیرا گنہگار بندہ تیری بارگاہ میں آیا ہے اسے رحمن و رحیم اپنے اچھائیوں کے صدقہ میں مجھ جیسے برائی کرنے والے بندہ کو معاف کردے آپ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تھے تو اس وقت تک خاموش بیٹھے رہتے تھے جب تک سورج طالع نہ ہو جائے (روضۃ الواعظین بحار الانوار)۔

آپ کا زہد

امام شافعی لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام نے اکثر اپنا سارا مال راہ خدایاں تقسیم کر دیا ہے اور بعض مرتبہ نصف مال تقسیم فرمایا ہے وہ عظیم و پرہیزگار تھے۔

آپ کی سخاوت

مورخین لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے کچھ مانگا دست سوال دراز ہونا تھا کہ آپ نے پچاس ہزار درہم اور پانچ سوا شرفیاں دے دیں اور فرمایا کہ مزدور لا کر اسے اٹھوالے جا اس کے بعد آپ نے مزدور کی مزدوری میں اپنا چغابخش دیا (مرآۃ الجنان ص ۱۲۳)۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک سائل کو خدا سے دعا کرتے دیکھا خدا یا مجھ دس ہزار درہم عطا فرما آپ نے گھر پہنچ کر مطلوبہ رقم بھجوا دی (نور الابصار ص ۱۲۲)۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ توفیقہ کرتے ہیں لیکن سائل کو محروم واپس نہیں فرماتے ارشاد فرمایا کہ میں

خدا سے مانگنے والا ہوں اس نے مجھے دینے کی عادت ڈال رکھی ہے اور میں نے لوگوں کو دینے کی عادت ڈالی رکھی ہے میں ڈرتا ہوں کہ اگر اپنی عادت بدل دوں ، تو کہیں خدا بھی نہ اپنی عادت بدل دے اور مجھے بھی محروم کر دے (ص ۱۲۳) -

توکل کے متعلق آپ کا ارشاد

امام شافعی کا بیان ہے کہ کسی نے امام حسن سے عرض کی کہ ابوذر غفاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تونگری سے زیادہ ناداری اور صحت سے زیادہ بیماری پسند ہے آپ نے فرمایا کہ خدا ابوذر پر رحم کرے ان کا کہنا درست ہے لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص خدا کے قضا و قدر پر توکل کرے وہ ہمیشہ اسی چیز کو پسند کرے گا جسے خدا اس کے لیے پسند کرے (مرآۃ الجنان جلد ۱ ص ۱۲۵) -

امام حسن حلم اور اخلاق کے میدان میں

علامہ ابن شہر آشوب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام حسن علیہ السلام گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لیے جارہے تھے راستہ میں معاویہ کے طرفداروں کا ایک شامی سامنے آپڑا اس نے حضرت کو گالیاں دینی شروع کر دیں آپ نے اس کا مطلقاً کوئی جواب نہ دیا جب وہ اپنی جیسی کرچکا تو آپ اس کے قریب گئے اور اس کو سلام کر کے فرمایا کہ بھائی شاید تو مسافر ہے ، سن اگر تجھے سواری کی ضرورت ہو تو میں تجھے سوری دیدوں ، اگر تو بھوکا ہے تو کھانا کھلا دوں ، اگر تجھے کپڑے درکار ہوں تو کپڑے دیدوں ، اگر تجھے رہنے کو جگہ چاہئے تو مکان کا انتظام کردوں ، اگر دولت کی ضرورت ہے تو تجھے اتنا دیدوں کہ تو خوش حال ہو جائے یہ سن کر شامی بے انتہا شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمین خدا پر اس کے خلیفہ ہیں مولامیں تو آپ کو اور آپ کے باپ دادا کو سخت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا لیکن آج آپ کے اخلاق نے مجھے آپ کا گردیدہ بنادیا اب میں آپ کے قدموں سے دور نہ جاؤں گا اور تاحیات آپ کی خدمت میں رہوں گا (مناقب جلد ۲ ص ۵۳ ، وکامل مبروج جلد ۲ ص ۸۶) -

عہد امیرالمومنین میں امام حسن کی اسلامی خدمات

تواریخ میں ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو پچیس برس کی خانہ نشینی کے بعد مسلمانوں نے خلیفہ ظاہری کی حیثیت سے تسلیم کیا اور اس کے بعد جمل، صفین، نہروان کی لڑائیاں ہوئیں تو ہر ایک جہاد میں امام حسن علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ہی نہیں رہے بلکہ بعض موقعوں پر جنگ میں آپ نے کاربائے نمایاں بھی کئے۔ سیرالصحابہ اور روضۃ الصفامین ہے کہ جنگ صفین کے سلسلہ میں جب ابو موسیٰ اشعری کی ریشہ دوانیاں عریاں ہو چکیں تو امیرالمومنین نے امام حسن اور عمار یاسر کو کوفہ روانہ فرمایا آپ نے جامع کوفہ میں ابو موسیٰ کے افسوس کو اپنی تقریر کرتے ہوئے بے اثر بنادیا اور لوگوں کو حضرت علی کے ساتھ جنگ کے لیے جانے پر آمادہ کر دیا۔ اخبار الطوال کی روایت کی بنا پر نو ہزار چھ سو پچاس افراد کا لشکر تیار ہو گیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ جنگ جمل کے بعد جب عائشہ مدینہ جانے پر آمادہ نہ ہوئیں تو حضرت علی نے امام حسن کو بھیجا کہ انہیں سمجھا کر مدینہ روانہ کریں چنانچہ وہ اس سعی میں ممدوح کامیاب ہو گئے بعض تاریخوں میں ہے کہ امام حسن جنگ جمل و صفین میں علمدار لشکر تھے اور آپ نے معاہدہ تحکیم پر دستخط بھی فرمائے تھے اور جنگ جمل و صفین اور نہروان میں بھی سعی بلیغ کی تھی۔ فوجی کاموں کے علاوہ آپ کے سپرد سرکاری مہمان خانہ کا انتظام اور شاہی مہمانوں کی مدارات کا کام بھی تھا آپ مقدمات کے فیصلے بھی کرتے تھے اور بیت المال کی نگرانی بھی فرماتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت علی کی شہادت اور امام حسن کی بیعت

مورخین کا بیان ہے کہ امام حسن کے والد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام کے سرمبارک پر بمقام مسجد کوفہ ۱۸/ رمضان ۴۹ ہجری بوقت صبح امیر معاویہ کی سازش سے عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لگائی جس کے صدمہ سے آپ نے ۲۱/ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو بوقت صبح شہادت پائی اس وقت امام حسن کی عمر ۳۷ سال چھ یوم کی تھی۔

حضرت علی کی تکفین و تدفین کے بعد عبداللہ ابن عباس کی تحریک سے بقول ابن اثیر قیس ابن سعد بن عبادہ انصاری نے امام حسن کی بیعت کی اور ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کر لی جن کی تعداد چالیس ہزار تھی یہ واقعہ ۲۱/ رمضان ۴۰ ہجری جمعہ کا ہے کفایۃ الاثر علامہ مجلسی میں ہے کہ اس وقت آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم میں ہر ایک یا تلوار کے گھاٹ اترے گایا زہر و غاسے شہید ہوگا اس کے بعد آپ نے عراق، ایران، خراسان، حجاز، یمن اور بصرہ وغیرہ کے اعمال کی طرف توجہ کی اور عبداللہ ابن عباس

کوبصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ معاویہ کو جونہی یہ خبر پہنچی کی بصرہ کے حاکم ابن عباس مقرر کر دیئے گئے ہیں تو اس نے دو جاسوس روانہ کیے ایک قبیلہ حمیر کا کوفہ کی طرف اور دوسرا قبیلہ قین کا بصرہ کی طرف، اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ امام حسن سے منحرف ہو کر میری طرف آجائیں لیکن وہ دونوں جاسوس گرفتار کر لیے گئے اور بعد میں انہیں قتل کر دیا گیا۔

حقیقت ہے کہ جب عنان حکومت امام حسن کے ہاتھوں میں آئی تو زمانہ بڑا پر آشوب تھا حضرت علی جن کی شجاعت کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھے دنیا سے کوچ کر چکے تھے ان کی دفعۃً شہادت نے سوئے ہوئے فتنوں کو بیدار کر دیا تھا اور ساری مملکت میں سازشوں کی کھیچڑی پک رہی تھی خود کوفہ میں اشعث ابن قیس، عمر بن حریث، شیث ابن ربیع وغیرہ کھلم کھلا برسرِ عناد اور آمادہ فساد نظر آتے تھے --- معاویہ نے جابجا جاسوس مقرر کر دیئے تھے جو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلاتے تھے اور حضرت کے لشکر میں اختلاف و تشدد و افتراق کا بیج بوتے تھے اس نے کوفہ کے بڑے بڑے سرداروں سے سازشی ملاقات کیں اور بڑی رشوتیں دے کر انہیں توڑ لیا۔

بحار الانوار میں علل الشرائع کے حوالہ سے منقول ہے کہ معاویہ نے عمر بن حریث، اشعث بن قیس، حجر بن الحجر، شبث ابن ربیع کے پاس علیحدہ علیحدہ یہ پیام بھیجا کہ جس طرح ہوسکے حسن ابن علی کو قتل کرادو، جو منچلایہ کام کر گزرے گا اس کو دو لاکھ درہم نقد انعام دوں گا فوج کی سرداری عطا کروں گا اور اپنی کسی لڑکی سے اس کی شادی کر دوں گا یہ انعام حاصل کرنے کے لئے لوگ شب و روز موقع کی تاک میں رہنے لگے حضرت کو اطلاع ملی تو آپ نے کپڑوں کے نیچے زرہ پہنی شروع کردی یہاں تک کہ نماز جماعت پڑھانے کے لیے باہر نکلتے تو زرہ پہن کر نکلتے تھے۔

معاویہ نے ایک طرف تو خفیہ توڑ جوڑ کئے دوسری طرف ایک بڑا لشکر عراق پر حملہ کرنے کے لیے بھیج دیا جب حملہ آور لشکر حدود عراق میں دور تک آگے بڑھ آیا تو حضرت نے اپنے لشکر کو حرکت کرنے کا حکم دیا حجر بن عدی کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ آگے بڑھنے کے لیے فرمایا آپ کے لشکر میں بھیڑ بھاڑ تو خاصی نظر آنے لگی تھی مگر سردار جو سپاہیوں کو لڑاتے ہیں کچھ تو معاویہ کے ہاتھ بک چکے تھے کچھ عافیت کوشی میں مصروف تھے حضرت علی کی شہادت نے دوستوں کے حوصلے پست کر دیئے تھے اور دشمنوں کو جرأت و ہمت دلادی تھی۔

مورخین کا بیان ہے کہ معاویہ 7۰ ہزاری فوج لے کر مقام مسکن میں جاترا جو بغداد سے دس فرسخ تکریٹ کی ”جانب اوانا“ کے قریب واقع ہے امام حسن علیہ السلام کو جب معاویہ کی پیش قدمی کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوچ کر دیا اور کوفہ سے ساباط میں جا پہنچے اور ۱۲ ہزاری فوج قیس ابن سعد کی ماتحتی میں معاویہ کی پیش قدمی روکنے کے لیے روانہ کردی پھر ساباط سے روانہ ہوتے وقت آپ نے ایک خطبہ پڑھا، جس میں آپ نے فرمایا کہ

”لوگوں! تم نے اس شرط پر مجھ سے بیعت کی ہے کہ صلح اور جنگ دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دوگے“ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی شخص سے بغض و عداوت نہیں ہے میرے دل میں کسی کو ستانے کا خیال نہیں میں صلح کو جنگ سے اور محبت کو عداوت سے کہیں بہتر سمجھتا ہوں۔“

لوگوں نے حضرت کے اس خطاب کا مطلب یہ سمجھا کہ حضرت امام حسن، امیر معاویہ سے صلح کرنے کی طرف مائل ہیں اور خلافت سے دستبرداری کا ارادہ دل میں رکھتے ہیں اسی دوران میں معاویہ نے امام حسن کے لشکر کی کثرت سے متاثر ہو کر یہ مشورہ عمرو عاص کچھ لوگوں کو امام حسن کے لشکر والے سازشیوں نے قیس کے لشکر میں بھیج کر ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈا کرادیا۔ امام حسن کے لشکر والے سازشیوں نے قیس کے متعلق

یہ شہرت دینی شروع کی کہ اس نے معاویہ سے صلح کر لی ہے اور قیس بن سعد کے لشکر میں جو سازشی گھسے ہوئے تھے انہوں نے تمام لشکریوں میں یہ چرا کر دیا کہ امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی ہے۔ امام حسن کے دونوں لشکروں میں اس غلط افواہ کے پھیل جانے سے بغاوت اور بدگمانی کے جذبات ابھرنکے امام حسن کے لشکر کا وہ عنصر جسے پہلے ہی سے شبہ تھا کہ یہ مائل بہ صلح ہیں کہ کہنے لگا کہ امام حسن بھی اپنے باپ حضرت علی کی طرح کافر ہو گئے ہیں بالآخر فوجی آپ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے آپ کا کل اسباب لوٹ لیا آپ کے نیچے سے مصلیٰ تک گھسیٹ لیا، دوش مبارک پر سے ردابھی اتار لی اور بعض نمایاں قسم کے افراد نے امام حسن کو معاویہ کے حوالے کر دینے کا پلان تیار کیا، آخر کار آپ ان بدبختیوں سے مایوس ہو کر مدائن کے گورنر، سعدیہ سعید کی طرف روانہ ہو گئے، راستہ میں ایک خارجی نے جس کا نام بروایت الاخبار الطوال ص ۳۹۳ "جراح بن قیصہ" تھا آپ کی ران پر کمین گاہ سے ایک ایسا خنجر لگایا جس نے بڈی تک محفوظ نہ رہنے دیا آپ نے مدائن میں مقیم رہ کر علاج کرایا اور اچھے ہو گئے (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۶۱، تاریخ آئمہ ص ۳۳۳ فتح باری)۔ معاویہ نے موقع غنیمت جان کر ۲۰ ہزار کا لشکر عبداللہ ابن عامر کی قیادت و ماتحتی میں مدائن بھیج دیا امام حسن اس سے لڑنے کے لیے نکلنے ہی والے تھے کہ اس نے عام شہرت کردی کہ معاویہ بہت بڑا لشکر لیے ہوئے آ رہا ہے میں امام حسن اور ان کے لشکر سے درخواست کرتا ہوں کہ مفت میں اپنی جان نہ دین اور صلح کر لیں۔ اس دعوت صلح اور پیغام خوف سے لوگوں کے دل بیٹھ گئے ہمتیں پست ہو گئیں اور امام حسن کی فوج بھاگنے کے لیے راستہ ڈھونڈنے لگی۔

صلح

مورخ معاصر علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ امیر شام کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی فوج کی حالت اور لوگوں کی بے وفائی کا حال معلوم ہو چکا تھا اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ امام حسن کے لیے جنگ ممکن نہیں ہے مگر اس کے ساتھ وہ بھی یقین رکھتے تھے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کتنے ہی بے بس اور بے کس ہوں، مگر علی و فاطمہ کے بیٹے اور پیغمبر کے نواسے ہیں اس لیے وہ ایسے شرائط پر برگز صلح نہ کریں گے جو حق پرستی کے خلاف ہوں اور جن سے باطل کی حمایت ہوتی ہو، اس کو نظر میں رکھتے ہوئے انہوں نے ایک طرف تو آپ کے ساتھیوں کو عبداللہ بن عامر کے ذریعہ پیغام دلوا دیا کہ اپنی جان کے پیچھے نہ پڑو، اور خون ریزی نہ ہونے دو۔ اس سلسلہ میں کچھ لوگوں کو رشوتیں بھی دی گئیں اور کچھ بزدلوں کو اپنی تعداد کی زیادتی سے خوف زدہ کیا گیا اور دوسری طرف حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ جن شرائط پر کہیں انہیں شرائط پر صلح کے لیے تیار ہوں۔

امام حسن یقیناً اپنے ساتھیوں کی غداری کو دیکھتے ہوئے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ ضرور پیش نظر تھا کہ ایسی صورت پیدا ہو کہ باطل کی تقویت کا دھبہ میرے دامن پر نہ آئے، اس گھرانے کو حکومت و اقتدار کی ہوس تو کبھی تھی ہی نہیں انہیں تو مطلب اس سے تھا کہ مخلوق خدا کی بہتری

ہواور حدود و حقوق الہی کا اجرا ہو، اب معاویہ نے جو آپ سے منہ مانگے شرائط پر صلح کرنے کے لیے آمادگی ظاہر کی تو اب مصالحت سے انکار کرنا شخصی اقتدار کی خواہش کے علاوہ اور کچھ نہیں قرار پاسکتا تھا اور یہ معاویہ صلح کی شرائط پر عمل نہ کریں گے، بعد کی بات تھی جب تک صلح نہ ہوتی یہ انجام سامنے آکھاں سکتا تھا اور حجت تمام کیونکر ہو سکتی تھی پھر بھی آخری جواب دینے سے قبل آپ نے ساتھ والوں کو جمع کر لیا اور تقریر فرمائی آگاہ رہو کہ تم میں وہ خون ریز لڑائیاں ہو چکی ہیں جن میں بہت لوگ قتل ہوئے کچھ مقتول صفین میں ہوئے جن کے لیے آج تک رو رہے ہواور کچھ مقتول نہروان کے جن کا معاوضہ طلب کر رہے ہو، اب اگر تم موت پر راضی ہو تو ہم اس پیغام صلح کو قبول نہ کریں اور ان سے اللہ کے بھروسہ پر تلواروں سے فیصلہ کریں اور اگر زندگی کو عزیز رکھتے ہو تو ہم اس کو قبول کر لیں اور تمہاری مرضی پر عمل کریں۔

جواب میں لوگوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا ہم زندگی چاہتے ہیں ہم زندگی چاہتے ہیں آپ صلح کر لیجیے، اسی کانتیجہ تھا کہ آپ نے صلح کی شرائط مرتب کر کے معاویہ کے پاس روانہ کئے (ترجمہ ابن خلدون)۔

شرائط صلح

اس صلح نامہ کے مکمل شرائط حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ معاویہ حکومت اسلام میں، کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل کریں گے۔
- ۲۔ معاویہ کو اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔
- ۳۔ شام و عراق و حجاز و یمن سب جگہ کے لوگوں کے لیے امان ہوگی۔
- ۴۔ حضرت علی کے اصحاب اور شیعہ جہاں بھی ہیں ان کے جان و مال اور ناموس اور اولاد محفوظ رہیں گے۔
- ۵۔ معاویہ، حسن بن علی اور ان کے بھائی حسین ابن علی اور خاندان رسول میں سے کسی کو بھی کوئی نقصان پہنچانے یا ہلاک کرنے کی کوشش نہ کریں گے نہ خفیہ طور پر اور نہ اعلانیہ، اور ان میں سے کسی کو کسی جگہ دھمکایا اور ڈرایا نہیں جائے گا۔
- ۶۔ جناب امیر المومنین کی شان میں کلمات نازیبا جواب تک مسجد جامع اور قنوت نماز میں استعمال ہوتے رہے ہیں وہ ترک کر دیئے جائیں، آخری شرط کی منظوری میں معاویہ کو عذر ہوا تو یہ طے پایا کہ کم از کم جس موقع پر امام حسن علیہ السلام موجود ہوں اس جگہ ایسا نہ کیا جائے، یہ معاہدہ ربیع الاول یا جمادی الاول ۴۱ ۶ ہجری کو عمل میں آیا۔

صلح نامہ پردستخط

۲۵/ ربیع الاول کوکوفہ کے قریب مقام انبارمیں فریقین کا اجتماع ہوا اور صلح نامہ پردونوں کے دستخط ہوئے اور گواہیاں ثبت ہوئیں (نہایۃ العرب فی معرفتہ انساب العرب ص ۸۰)

اس کے بعد معاویہ نے اپنے لیے عام بیعت کا اعلان کردیا اور اس سال کانام سنت الجماعت رکھا پھر امام حسن کو خطبہ دینے پر مجبور کیا آپ منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا:

”اے لوگوں خدائے تعالیٰ نے ہم میں سے اول کے ذریعہ سے تمہاری ہدایت کی اور آخر کے ذریعہ سے تمہیں خونریزی سے بچایا معاویہ نے اس امر میں مجھ سے جھگڑا کیا جس کام میں اس سے زیادہ مستحق ہوں لیکن میں نے لوگوں کی خونریزی کی نسبت اس امر کو ترک کر دینا بہتر سمجھا تم رنج و ملال نہ کرو کہ میں نے حکومت اس کے نااہل کودے دی اور اس کے حق کو جائے ناحق پر رکھا، میری نیت اس معاملہ میں صرف امت کی بھلائی ہے یہاں تک فرمانے پائے تھے کہ معاویہ نے کہا ”بس اے حضرت زیادہ فرمانے کی ضرورت نہیں ہے“ (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲۵)۔

تکمیل صلح کے بعد امام حسن نے صبر و استقلال اور نفس کی بلندی کے ساتھ ان تمام ناخوشگوار حالات کو برداشت کیا اور معاہدہ پر سختی کے ساتھ قائم رہے مگر ادھر یہ ہوا کہ امیر شام نے جنگ کے ختم ہوتے ہی اور سیاسی اقتدار کے مضبوط ہوتے ہی عراق میں داخل ہو کر نخیلہ میں جسے کوفہ کی سرحد سمجھنا چاہئے، قیام کیا اور جمعہ کے خطبہ کے بعد اعلان کیا کہ میرا مقصد جنگ سے یہ نہ تھا کہ تم لوگ نماز پڑھنے لگو روزے رکھنے لگو، حج کرو یا زکوٰۃ ادا کرو، یہ سب تو تم کرتے ہی ہو میرا مقصد تو یہ تھا کہ میری حکومت تم پر مسلم ہو جائے اور یہ مقصد میرا حسن کے اس معاہدہ کے بعد پورا ہو گیا اور باوجود تم لوگوں کی ناگواری کے میں کامیاب ہو گیا رہ گئے وہ شرائط جو میں نے حسن کے ساتھ کئے ہیں وہ سب میرے پیروں کے نیچے ہیں ان کا پورا کرنا یا نہ کرنا میرے ہاتھ کی بات ہے یہ سن کر مجمع میں ایک سناٹا چھا گیا مگر اب کس میں دم تھا کہ اس کے خلاف زبان کھولتا۔

شرائط صلح کا حشر

مورخین کا اتفاق ہے کہ امیر معاویہ جو میدان سیاست کے کھلاڑی اور مکروروزور کی سلطنت کے تاجدار تھے امام حسن سے وعدہ اور معاہدہ کے بعد ہی سب سے مکر گئے ”ولم یف لہ معاویۃ لثنیٰ مماعہد علیہ“ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۶۲ میں ہے کہ معاویہ نے کسی ایک چیز کی بھی پرواہ نہ کی اور کسی پر عمل نہ کیا، امام ابوالحسن علی بن محمد لکھتے ہیں کہ جب معاویہ کے لیے امر سلطنت استوار ہو گیا تو اس نے اپنے حاکموں کو جو مختلف شہروں اور علاقوں میں تھے یہ فرمان بھیجا کہ اگر کوئی شخص ابوتراب اور اس کے اہل بیت کی فضیلت کی روایت کرے گا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں، جب یہ خبر تمام ملکوں میں پھیل گئی اور لوگوں کو معاویہ کا منشاء معلوم ہو گیا تو تمام خطیبوں نے منبروں پر سب و شتم اور منقصت امیر المومنین پر خطبہ

دینا شروع کردیا کوفہ میں زیادہ ابیہ جو کئی برس تک حضرت علی علیہ السلام کے عہد میں ان کے عمال میں رہ چکا تھا وہ شیعہ علی کو اچھی طرح سے جانتا تھا۔ مردوں، عورتوں، جوانوں، اور بوڑھوں سے اچھی طرح آگاہ تھا اسے ہر ایک رہائش اور کونوں اور گوشوں میں بسنے والوں کا پتہ تھا اسے کوفہ اور بصرہ دونوں کا گورنر بنادیا گیا تھا۔ اس کے ظلم کی یہ حالت تھی کہ شیعہ علی کو قتل کرتا اور بعضوں کی آنکھوں کو پھوڑ دیتا اور بعضوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیتا تھا اس ظلم عظیم سے سینکڑوں تباہ ہو گئے، ہزاروں جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپے، بصرہ میں آٹھ ہزار آدمیوں کا قتل واقع ہوا جن میں بیالیس حافظ اور قاری قرآن تھے ان پر محبت علی کا جرم عاید کیا گیا تھا حکم یہ تھا کہ علی کے بجائے عثمان کے فضائل بیان کئے جائیں اور علی کے فضائل کے متعلق یہ فرماتے تھے کہ ایک ایک فضیلت کے عوض دس دس منقصت و مذمت تصنیف کی جائیں یہ سب کچھ امیر المومنین سے بدلا لینے اور بیزید کے لیے زمین خلافت ہموار کرنے کی خاطر تھا۔

کوفہ سے امام حسن کی مدینہ کو روانگی

صلح کے مراحل طے ہونے کے بعد امام حسن علیہ السلام اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ ابن جعفر اور اپنے اطفال و عیال کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے تاریخ اسلام مسٹر ڈاکٹر حسین کی جلد ۱ ص ۳۲ میں ہے کہ جب آپ کوفہ سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو معاویہ نے راستہ میں ایک پیغام بھیجا اور وہ یہ تھا کہ آپ خوارج سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں کیونکہ انہوں نے میری بیعت ہوتے ہی پھر سر نکالا ہے امام حسن نے جواب دیا کہ اگر خونریزی مقصود ہوتی تو میں تجھ سے صلح کیوں کرتا۔ جسٹس امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ خوارج حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو مانتے اور حضرت علی علیہ السلام اور عثمان غنی کو نہیں تسلیم کرتے تھے اور بنی امیہ کو مرتد کہتے تھے۔

صلح حسن اور اس کے وجوہ و اسباب

استاذی العلام حضرت علامہ سید عدیل اختر اعلیٰ اللہ مقامہ (سابق پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ) اپنی کتاب تسکین الفتن فی صلح الحسن کے ص ۱۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں :

امام حسن کی پالیسی بلکہ جیسا کہ بار بار لکھا جا چکا ہے کل اہلبیت کی پالیسی ایک اور صرف ایک تھی (دراسات اللیب ص ۲۲۹)۔ وہ یہ کہ حکم خدا اور حکم رسول کی پابندی انہیں کے احکام کا اجراء چاہئے، اس مطلب کے لیے

جو برداشت کرنا پڑے، مذکورہ بالا حالات میں امام حسن کے لیے سوائے صلح کیا چارہ ہو سکتا تھا اس کو خود صاحبان عقل سمجھ سکتے ہیں کسی استدلال کی چنداں ضرورت نہیں ہے یہاں پر علامہ ابن اثیر کی یہ عبارت (جس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے) قابل غور ہے:

”کہا گیا ہے کہ امام حسن نے حکومت معاویہ کو اس لیے سپرد کی کہ جب معاویہ نے خلافت حوالے کرنے کے متعلق آپ کو خط لکھا اس وقت آپ نے خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ دیکھو ہم کو شام والوں سے اس لیے نہیں دہنا پڑ رہا ہے (کہ اپنی حقیقت میں) ہم کو کوئی شک یا ندامت ہے بات تو فقط یہ ہے کہ ہم اہل شام سے سلامت اور صبر کے ساتھ لڑ رہے تھے مگر اب سلامت میں عداوت اور صبر میں فریاد مخلوط کر دی گئی ہے جب تم لوگ صفین کو جا رہے تھے اس وقت تمہارا دین تمہاری دنیا پر مقدم تھا لیکن اب تم ایسے ہو گئے ہو کہ آج تمہاری دنیا تمہارے دین پر مقدم ہو گئی ہے اس وقت تمہارے دونوں طرف دو قسم کے مقتول ہیں ایک صفین کے مقتول جن پر رو رہے ہو دوسرے نہروان کے مقتول جن کے خون کا بدلہ لینا چاہ رہے ہو خلاصہ یہ کہ جو باقی ہے وہ ساتھ چھوڑنے والا ہے اور جو رو رہا ہے وہ تو بدلہ لینا ہی چاہتا ہے خوب سمجھ لو کہ معاویہ نے ہم کو جس امر کی دعوت دی ہے نہ اس میں عزت ہے اور نہ انصاف، لہذا اگر تم لوگ موت پر آمادہ ہو تو ہم اس کی دعوت کو رد کر دیں اور ہمارا اور اس کا فیصلہ خدا کے نزدیک بھی تلوار کی باڑھ سے ہو جائے اور اگر تم زندگی چاہتے ہو تو جو اس نے لکھا ہے مان لیا جائے اور جو تمہاری مرضی ہے ویسا ہو جائے، یہ سننا تھا کہ ہر طرف سے لوگوں نے چلانا شروع کر دیا بقایا، صلح صلح، (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۶۲)۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ کیا اب بھی امام حسن کے لیے یہ رائے ہے کہ صلح نہ کریں ان فوجیوں کے بل بوتے پر (اگر ایسوں کہ فوج اور ان کی قوتوں کو بل بوتہ کہا جاسکے) لڑائی زیبا ہے ہرگز نہیں ایسے حالات میں صرف یہی چارہ تھا کہ صلح کر کے اپنی اور ان تمام لوگوں کی زندگی تو محفوظ رکھیں جو دین رسول کے نام لیوا اور حقیقی پیرو پابند تھے، اس کے علاوہ پیغمبر اسلام کی پیشین گوئی بھی صلح کی راہ میں مشعل کا کام کر رہی تھی (بخاری) علامہ محمد باقر لکھتے ہیں کہ حضرت کو اگرچہ کی وفائے صلح پر اعتماد نہایت ہالیکن آپ نے حالات کے پیش نظر چاروں اچارہ دعوت صلح منظور کر لی (دمعۃ ساکبہ)۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت

مورخین کا اتفاق ہے کہ امام حسن اگرچہ صلح کے بعد مدینہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے، لیکن امیر معاویہ آپ کے درپے آزار رہے انہوں نے بار بار کوشش کی کسی طرح امام حسن اس دار فانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہو جائیں اور اس سے ان کا مقصد یزید کی خلافت کے لیے زمین ہموار کرنا تھی، چنانچہ انہوں نے ۵/ ہجری کو زبردلویا، لیکن ایام حیات باقی تھے زندگی ختم نہ ہو سکی، بالآخر شاہ روم سے ایک زبردست قسم کا زہر منگوا کر محمد ابن اشعث یا مروان کے ذریعہ سے جعدہ بنت اشعث کے پاس امیر معاویہ نے بھیجا اور کہلادیا کہ جب امام حسن شہد ہو جائیں گے تب ہم تجھے ایک لاکھ درہم دیں گے اور تیرا عقد اپنے بیٹے یزید کے ساتھ کر دیں گے چنانچہ اس

نے امام حسن کوزہردے کرے ہلاک کردیا، (تاریخ مروج الذهب مسعودی جلد ۲ ص ۳۰۳، مقاتل الطالبین ص ۵۱، ابوالفداء ج ۱ ص ۱۸۳، روضةالصفاح ۳ ص ۷، حبیب السیر جلد ۲ ص ۱۸، طبری ص ۶۰۲، استیعاب جلد ۱ ص ۱۲۲)۔

مفسرقرآن صاحب تفسیرحسینی علامہ حسین واعظ کاشفی رقمطرازہیں کہ امام حسن مصالحہ معاویہ کے بعدمدینہ میں مستقل طورپر فروکش ہوگئے تھے آپ کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں رہنے والے محبان علی کے اوپرچند اوباشوں نے شبخون مارکر ان کے ۳۸ آدمی ہلاک کردئیے ہیں امام حسن اس خبر سے متاثر ہوکر بصرہ کے لیے روانہ ہوگئے آپ کے ہمراہ عبداللہ ابن عباس بھی تھے، راستے میں بمقام موصلی سعد موصلی جو جناب مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے چچا تھے کے وہاں قیام فرمایا اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر دمشق سے واپسی پرجب آپ موصل پہنچے تو باصرار شدید ایک دوسرے شخص کے ہاں مقیم ہوئے اور وہ شخص معاویہ کے فریب میں آچکا تھا اور مال و دولت کی وجہ سے امام حسن کوزہردینے کا وعدہ کرچکا تھا چنانچہ دوران قیام میں اس نے تین بار حضرت کو کھانے میں زبردیا، لیکن آپ بچ گئے۔

امام کے محفوظ رہ جانے سے اس شخص نے معاویہ کو خط لکھا کہ تین بار زبردیے چکا ہوں مگر امام حسن ہلاک نہیں ہوئے یہ معلوم کرکے معاویہ نے زہر بلاہل ارسال کیا اور لکھا کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی تودے سکتا تو یقیناً امام حسن ہلاک ہو جائیں گے نامہ بزہر اور خط لیے ہوئے آ رہا تھا کہ راستے میں ایک درخت کے نیچے کھانا کھا کر لیٹ گیا، اس کے پیٹ میں درد اٹھا کہ وہ برداشت نہ کر سکا ناگاہ ایک بھیڑیا برآمد ہوا اور اسے لے کر رفوچکر ہو گیا، اتفاقاً امام حسن کے ایک ماننے والے کا اس طرف سے گزربوا، اس نے ناقہ، اور زہر سے بھر ہوئی بوتل حاصل کر لی اور امام حسن کی خدمت میں پیش کیا، امام علیہ السلام نے اسے ملاحظہ فرما کر جانماز کے نیچے رکھ لیا حاضرین نے واقعہ دریافت کیا امام نے نہ بتایا۔

سعد موصلی نے موقع پاکر جانماز کے نیچے سے وہ خط نکال لیا جو معاویہ کی طرف سے امام کے میزبان کے نام سے بھیجا گیا تھا خط پڑھ کر سعد موصلی آگ بگولہ ہوگئے اور میزبان سے پوچھا کیا معاملہ ہے، اس نے لاعلمی ظاہر کی مگر اس کے عذر کو باور نہ کیا گیا اور اس کی زد کو کوب کی گئی یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا اس کے بعد آپ روانہ مدینہ ہو گئے۔

مدینہ میں اس وقت مروان بن حکم والی تھا اسے معاویہ کا حکم تھا کہ جس صورت سے ہوسکے امام حسن کو ہلاک کردو مروان نے ایک رومی دلالہ جس کا نام ”الیسونیہ“ تھا کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ توجعدہ بنت اشعث کے پاس جا کر اسے میرا یہ پیغام پہنچادے کہ اگر تو امام حسن کو کسی صورت سے شہید کردے گی تو تجھے معاویہ ایک ہزار دینار سرخ اور پچاس خلعت مصری عطا کرے گا اور اپنے بیٹے یزید کے ساتھ تیرا عقد کر دے گا اور اس کے ساتھ ساتھ سودینا نقد بھیج دئیے دلالہ نے وعدہ کیا اور جعدہ کے پاس جا کر اس سے وعدہ لے لیا، امام حسن اس وقت گھرمیں نہ تھے اور بمقام عقیق گئے ہوئے تھے اس لیے دلالہ کو بات چیت کا اچھا خاصا موقع مل گیا اور وہ جعدہ کو راضی کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

الغرض مروان نے زہر بھیجا اور جعدہ نے امام حسن کو شہد میں ملا کر دیدیا امام علیہ السلام نے اسے کھاتے ہی بیمار ہو گئے اور فوراً روضہ رسول پر جا کر صحت یاب ہوئے زہر تو آپ نے کھالیا لیکن جعدہ سے بدگمان بھی ہو گئے، آپ کو شبہ ہو گیا جس کی بنا پر آپ نے اس کے ہاتھ کا کھانا پینا چھوڑ دیا اور یہ معمول مقرر کر لیا کہ حضرت قاسم کی ماں یا حضرت امام حسین کے گھر سے کھانا منگا کر کھانے لگے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد آپ جعدہ کے گھر تشریف لے گئے اس نے کہا کہ مولا حوالی مدینہ سے بہت عمدہ خرچے آئے

ہیں حکم ہو تو حاضر کروں آپ چونکہ خرمے کو بہت پسند کرتے تھے فرمایا اے آوہ زہر آلود خرمے لے کر آئی اور پہچانے ہوئے دانے چھوڑ کر خود ساتھ کھانے لگی امام نے ایک طرف سے کھانا شروع کیا اور وہ دانے کھا گئے جن میں زہر تھا اس کے بعد امام حسین کے گھر تشریف لائے اور ساری رات تڑپ کر بسر کی، صبح کو روضۂ رسول پر جا کر دعا مانگی اور صحتیاب ہوئے۔

امام حسن نے بار بار اس قسم کی تکلیف اٹھانے کے بعد اپنے بھائیوں سے تبدیلی آب و ہوا کے لیے موصل جانے کا مشورہ کیا اور موصل کے لیے روانہ ہو گئے، آپ کے ہمراہ حضرت عباس اور چند ہوا خواہان بھی گئے، ابھی وہاں چند یوم نہ گزرے تھے کہ شام سے ایک نابینا بھیج دیا گیا اور اسے ایک ایسا عصادیا گیا جس کے نیچے لوہا لگایا ہوا تھا جو زہر میں بجھا ہوا تھا اس نابینا نے موصل پہنچ کر امام حسن کے دوستداران میں سے اپنے کو ظاہر کیا اور موقع پا کر ان کے پیر میں اپنے عصا کی نوک چبھو دی زہر جسم میں دوڑ گیا اور آپ علیل ہو گئے، جراح علاج کے لیے بلایا گیا، اس نے علاج شروع کیا، نابینا زخم لگا کر روپوش ہو گیا تھا، چودہ دن کے بعد جب پندرہویں دن وہ نکل کر شام کی طرف روانہ ہوا تو حضرت عباس علمدار کی اس پر نظر چاڑی آپ نے اس سے عصا چھین کر اس کے سر پر اس زور سے مارا کہ سر شگافہ ہو گیا اور وہ اپنے کیفر و کردار کو پہنچ گیا۔

اس کے بعد جناب مختار اور ان کے چچا سعد موصلی نے اس کی لاش جلادی چند دنوں کے بعد حضرت امام حسن مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

مدینہ منورہ میں آپ ایام حیات گزار رہے تھے کہ "ایسونیہ" دلالہ نے پھر بارشائے مروان جعدہ سے سلسلہ جنبائی شروع کردی اور زہر بلابل اسے دے کر امام حسن کا کام تمام کرنے کی خواہش کی، امام حسن چونکہ اس سے بدگمان ہو چکے تھے اس لیے اس کی آمد و رفت بند تھی اس نے ہر چند کوشش کی لیکن موقع نہ پاسکی بالآخر، شب بست و ہشتم صفر ۵۰ کو وہ اس جگہ جا پہنچی جس مقام پر امام حسن سو رہے تھے آپ کے قریب حضرت زینب و ام کلثوم سو رہی تھیں اور آپ کی پائیتی کنیزی محو خواب تھیں، جعدہ اس پانی میں زہر بلابل ملا کر خاموشی سے واپس آئی جو امام حسن کے سر ہانے رکھا ہوا تھا اس کی واپسی کے تھوڑی دیر بعد ہی امام حسن کی آنکھ کھلی آپ نے جناب زینب کو آواز دی اور کہا اے بہن، میں نے ابھی ابھی اپنے نانا اپنے پدر بزرگوار اور اپنی مادر گرامی کو خواب میں دیکھا ہے وہ فرماتے تھے کہ اے حسن تم کل رات ہمارے پاس ہو گے، اس کے بعد آپ نے وضو کے لیے پانی مانگا اور خود اپنا ہاتھ بڑھا کر سر ہانے سے پانی لیا اور پی کر فرمایا کہ اے بہن زینب "این چہ آپ بود کہ از سر حلقم تا بنام پارہ پارہ شد" ہائے یہ کیسا پانی ہے جس نے میرے حلق سے ناف تک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اس کے بعد امام حسین کو اطلاع دی گئی وہ آئے دونوں بھائی بغل گیر ہو کر محو گریہ ہو گئے، اس کے بعد امام حسین نے چاہا کہ ایک کوزہ پانی خود پی کر امام حسن کے ساتھ نانا کے پاس پہنچیں، امام حسن نے پانی کے برتن کو زمین پر پٹک دیا وہ چورچور ہو گیا راوی کا بیان ہے کہ جس زمین پر پانی گرا تھا وہ ابلنے لگی تھی۔

الغرض تھوڑی دیر کے بعد امام حسن کو خون کی قے آنے لگی آپ کے جگر کے ستر ٹکڑے طشت میں آگئے آپ زمین پر تر پنے لگے، جب دن چڑھا تو آپ نے امام حسین سے پوچھا کہ میرے چہرے کا رنگ کیسا ہے "سبز" ہے آپ نے فرمایا کہ حدیث معراج کا یہی مقتضی ہے، لوگوں نے پوچھا کہ مولا حدیث معراج کیا ہے فرمایا کہ شب معراج میرے نانا نے آسمان پر دو قصر ایک زمرد کا، ایک یاقوت سرخ کا دیکھا تو پوچھا کہ اے جبرئیل یہ دونوں قصر کس کے لیے ہیں، انہوں نے عرض کی ایک حسن کے لیے اور دوسرا حسین کے لیے پوچھا دونوں کے رنگ میں فرق کیوں ہے؟ کہا حسن زہر سے شہید ہوں گے اور حسین تلوار سے شہادت پائیں گے یہ کہہ کر آپ سے لپٹ گئے اور دونوں بھائی رونے لگے اور آپ کے ساتھ درو دیوار بھی رونے لگے۔

اس کے بعد آپ نے جعدہ سے کہا افسوس تو نے بڑی بے وفائی کی، لیکن یاد رکھ کہ تو نے جس مقصد کے لیے ایسا کیا ہے اس میں کامیاب نہ ہوگی اس کے بعد آپ نے امام حسین اور بہنوں سے کچھ وصیتیں کیں اور آنکھیں بند فرمالیں پھر تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھول کر فرمایا اے حسین میرے بال بچے تمہارے سپرد ہیں پھر بند فرما کر نانا کی خدمت میں پہنچ گئے ”اناللہ وانا الیہ راجعون“۔

امام حسن کی شہادت کے فوراً بعد مروان نے جعدہ کو اپنے پاس بلا کر دو عورتوں اور ایک مرد کے ساتھ معاویہ کے پاس بھیج دیا معاویہ نے اسے ہاتھ پاؤں بندھا کر دریائے نیل میں یہ کہہ کر ڈلوادیا کہ تو نے جب امام حسن کے ساتھ وفا نہ کی، تو یزید کے ساتھ کیا وفا کرے گی (روضۃ الشهداء ص ۲۲۰ تا ۲۳۵ طبع بمبئی ۱۲۸۵ء و ذکر العباس ص ۵۰ طبع لاہور ۱۹۵۶ء۔

امام حسن کی تجہیز و تکفین

الغرض امام حسن کی شہادت کے بعد امام حسین نے غسل و کفن کا انتظام فرمایا اور نماز جنازہ پڑھی گئی امام حسن کی وصیت کے مطابق انہیں سرور کائنات کے پہلو میں دفن کرنے کے لیے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے چلے ابھی پہنچے ہی تھے کہ بنی امیہ خصوصاً مروان وغیرہ نے آگے بڑھ کر پہلوئے رسول میں دفن ہونے سے روکا اور حضرت عائشہ بھی ایک خچر پر سوار ہو کر آپہنچیں، اور کہنے لگیں یہ گھیر میرا بے میں تو برگر حسن کو اپنے گھر میں دفن نہ ہونے دوں گی (تاریخ ابوالفداء جلد ۱ ص ۱۸۳، روضۃ المناظر جلد ۱۱ ص ۱۳۳، یہ سن کر بعض لوگوں نے کہا اے عائشہ تمہارا کیا حال ہے کبھی اونٹ پر سوار ہو کر داماد رسول سے جنگ کرتی ہو کبھی خچر پر سوار ہو کر فرزند رسول کے دفن میں مزاحمت کرتی ہو تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ذکر العباس ص ۵۱)۔ مگر وہ ایک نہ مانیں اور ضد پراڑی رہیں، یہاں تک کہ بات بڑھ گئی، آپ کے ہواخواہوں نے آل محمد پر تیربرسائے۔ کتاب روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۷ میں ہے کہ کئی تیر تابوت میں پیوست ہو گئے۔ کتاب ذکر العباس ص ۵۱ میں ہے کہ تابوت میں ستر تیر پیوست ہوئے تھے۔ (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۲۸ میں ہے کہ ناچار نعل مبارک کو جنت البقیع میں لا کر دفن کر دیا گیا۔ تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۸۲ میں ہے کہ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۷ سال کی تھی۔

آپ کی ازواج اور اولاد

آپ نے مختلف اوقات میں ۹ بیویاں کیں ، آپ کی اولاد میں ۸ بیٹے اور ۷ بیٹیاں تھیں ، یہی تعداد ارشاد مفید ص ۲۰۸ ، نورالابصار ص ۱۱۲ طبع مصر میں ہے ۔

علامہ طلحہ شافعی مطالب السؤل کے ص ۲۳۹ پر لکھتے ہیں کہ امام حسن کی نسل زید اور حسن مثنیٰ سے چلی ہے امام شبلنجی کا کہنا ہے کہ آپ کے تین فرزند ، عبداللہ ، قاسم ، اور عمرو ، کربلا میں شہید ہوئے ہیں (نورالابصار ص ۱۱۲) ۔

جناب زید بڑے جلیل القدر اور صدقات رسول کے متولی تھے انہوں نے ۱۲۰ ھ میں بعمر ۹۰ سال انتقال فرمایا ہے ۔ جناب حسن مثنیٰ نہایت جلیل القدر فاضل متقی اور صدقات امیر المومنین کے متولی تھے آپ کی شادی امام حسین کی بیٹی جناب فاطمہ سے ہوئی تھی آپ نے کربلا کی جنگ میں شرکت کی تھی اور بے انتہا زخمی ہو کر مقتلوں میں دب گئے تھے جب سر کاٹے جارہے تھے تب ان کے ماموں ابواحسان نے آپ کو زندہ پا کر عمر سعد سے لے لیا تھا آپ کو خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ۹۷ ھ میں زبردستی اتھا جس کی وجہ سے آپ نے ۵۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا آپ کی شہادت کے بعد آپ کی بیوی جناب فاطمہ ایک سال تک قبر پر خیمہ زن رہیں (ارشاد مفید ص ۲۱۱ و نورالابصار ص ۲۶۹) ۔